از میرزا سید حسین خاں عدالت تبریزی
تلخیص و ترجمہ :- ڈاکٹر محمد ریاض

سید جمال الدین افغانیؒ کے بارے میں چند چشم دید تاثرات

سید جمال الدین اسد آبادی افغانی متوفیٰ ۹ مارچ ۱۸۹۷ء کے بارے میں ان عینی تاثرات کو مرحوم کے ساتھ دو سال گزارنے والے ایک شخص میرزا سید حسین خان عدالت تبریزی نے ایران کے مشہور محقق سید حسن تقی زادہ مرحوم کے ایما پر اپریل ۱۹۳۹ء میں لندن میں لکھا تھا۔ ان تاثرات میں عدالت تبریزی نے علامہ افغانی کی سیرت کے بعض اہم گوشوں اور ان کے مقاصد کے بارے میں بڑے ایجاز سے روشنی ڈالی ہے۔ جناب ایرج افشار نے ان غیر مطبوعہ اوراق کو ماہنامہ یغما تہران کے شمارہ بابت رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ میں شائع کیا ہے۔ ہم یہاں اس مطبوعہ متن کا ترجمہ کسی قدر تلخیص و اختصار کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ سید صاحب کی مساعی سے عام طور پر لوگ آگاہ ہیں۔ اس لیے حواشی لکھنے سے ہم احتراز کر رہے ہیں۔ (مترجم)

۱۳۰۴ ہجری میں سید جمال الدین افغانی پطروگراڈ میں آئے۔ آپ اس وقت تک ایک غیر معمولی اور مشہور و معروف شخص بن چکے تھے۔ وہاں کافی ایرانیوں اور دوسرے اشخاص نے آپ سے ملاقاتیں کیں۔ میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہمارے تعارف نے جلد ہی دوستی کی صورت اختیار کر لی۔ بات دراصل یہ تھی کہ سید مرحوم کو شخصی حالات کا کھوج لگانے والے اشخاص سے نفرت تھی۔ حسنِ اتفاق سے میں بھی دوسروں کے حالات کی ٹوہ میں رہنے والوں سے الگ تھلگ رہتا تھا۔ پھر سید صاحب کو روسی زبان جاننے والے کی ضرورت تھی۔ وہ خود اس زبان سے نابلد تھے۔ ان دو وجوہ کی بنا پر ہماری دوستی ہو گئی اور میں اپنا فاضل وقت ان کی خدمت میں گزارتا تھا۔ رفتہ رفتہ میں اس حد تک ان کا محرمِ راز بن گیا کہ وہ اپنے تمام افکار و آرا، نیز خفیہ منصوبوں کا مجھ سے ذکر فرما دیتے تھے۔ یہ چند سطور ان کے فرمودات کی روشنی میں مرتب کر رہا ہوں . . . . .

حضرت جمال الدین افغانی کا ایک منصوبہ یہ تھا کہ کسی طرح سے انگریزوں کو برصغیر ہندوستان (و پاکستان)

سے نکال باہر کیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ایک عالمگیر بیداری پیدا کرنے کی غرض سے انھوں نے پیرس سے ہفت روزہ رسالہ "العروۃ الوثقیٰ" جاری کیا۔ یہ مجلہ آزادی و حریت کے ایسے مؤثر پیغام کا حامل تھا کہ انگریزوں نے اسے بند کرا دیا۔ قانون کی رُو سے اس مجلے کے رکھنے پر سو پونڈ جرمانہ اور دو سال کی سزا دی جا سکتی تھی . . . .

العروۃ الوثقیٰ کے بند ہو جانے پر سید صاحب نے پطرو گراڈ کا سفر کیا لیکن ایران کے اعتماد السلطنۃ[1] کے اصرار پر آپ ناصرالدین شاہ قاچار سے ملاقات کی خاطر تہران آنے پر راضی ہو گئے۔ اصفہان سے طہران آ رہے تھے کہ ظل السلطان سے آپ کی ملاقات ہو گئی اور اس کے کہنے پر کوئی ڈیڑھ ماہ تک آپ اصفہان میں مقیم رہے۔ ظل السلطان سے آپ نے بڑی کھل باتیں کیں اور اسے اپنے افکار سے بے حد متاثر کیا۔ ظل السلطان کے سرمائے سے ہی آپ نے بعد میں پطرو گراڈ کا سفر کیا اور اسی نے آپ کے وہاں کے اخراجات برداشت کیے۔

تہران میں سید صاحب نے ناصرالدین شاہ سے ملاقات کی۔ شاہ نے پوچھا: آپ چاہتے کیا ہیں؟ فرمایا: صرف آپ کے دونوں کان (پوری توجہ)۔ بادشاہ اس جرأت آمیز بات سے دنگ رہ گیا۔ مگر انگریزوں نے سید صاحب کو وہاں زیادہ کام نہ کرنے دیا۔ انگریزوں نے بادشاہ کے کان بھرے کہ مصر میں اعرابی پاشا کی بغاوت سوڈان میں مہدی سوڈانی کی تحریکِ آزادی اور خدیو مصر (اسماعیل پاشا) کی معزولی کا یہی شخص ذمہ دار ہے۔ بادشاہ نے سید صاحب کے ساتھ اپنا رویّہ بدل دیا اور اسی لیے آپ جلد ہی پطرو گراڈ روانہ ہو گئے۔ آپ روس کے مشہور صحافی کتکوف سے ملنا چاہتے تھے۔ پیرس کے قیام کے زمانے میں سید مرحوم اور کتکوف کی دوستی ہو گئی تھی۔ کتکوف شہنشاہ روس کا دوست تھا۔ مگر جب سید صاحب پطرو گراڈ پہنچے تو اس کا انتقال ہو چکا تھا۔ اب انھیں خود ہی اپنے پروگرام کو آگے بڑھانا تھا۔ سید صاحب اسلامی ممالک کو فرنگیوں کی غلامی سے آزاد دیکھنا چاہتے تھے۔ اس مقصد کی خاطر وہ روس اور انگلستان کے درمیان جنگ کرانے کے

---

[1] قاچاری منزرا اندولی عہد وغیرہ کے ان القاب کے بارے میں ملاحظہ ہو:۔
شرح اوضاع واجتماعی وسیاسی واقتصادی دورۂ قاچاریہ (۳ جلد) مؤلفہ عبداللہ مستوفی مرحوم (طبع طہران)

حق میں تھے۔ اس جنگ سے مسلمان استفادہ کر سکتے تھے مگر روس میں جنگ کرنے کی سکت نہ تھی۔ روس نے دولتِ عثمانیہ سے ایک جنگ لڑ کے اپنی حالت کو خراب کر لیا تھا۔ سیّد صاحب روسی وزارت امورِ خارجہ کے سیکرٹری بزلیسنوف سے کئی مرتبہ ملے مگر وہ کھسیانی بلی کھمبا نوچے، کا مصداق بنا رہا۔ شاہنشاہ (زار) سیّد صاحب سے خفیہ ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ ایک مرتبہ ملکہ سے آپ ملے بھی، مگر روس کے حالات کے پیشِ نظر انھیں شاہنشاہ سے خفیہ ملاقات کرنے میں کوئی فائدہ نظر نہ آیا۔ مایوس کن حالات کے علاوہ ظلّ السلطان اب مزید رقم بھیجنے سے معذور تھا۔ اس کی اپنی مالی حالت خراب تھی۔ ان حالات میں سیّد صاحب آئندہ کا لائحۂ عمل سوچ رہے تھے کہ ناصر الدین شاہ پطرو گراڈ آیا۔ بادشاہ فرانس کے جشنِ جمہوریت میں شرکت کرنے کی غرض سے وہاں سے پیرس جانے کا عزم رکھتا تھا۔ ایران کے سفیر علاء الملک تبریزی، نائب سفیر مفخم الدولہ اور مشیر سفارت خانہ ارفع الدولہ میں سے کسی کی بھی سیّد صاحب سے آشنائی نہ تھی۔ ورنہ یہ آپ اور بادشاہ کی ملاقات کرا سکتے تھے۔ نامزد وزیرِ اعظم میرزا علی اصغر خان کی سیّد صاحب سے راہ و رسم تھی۔ تہران میں اس نے سیّد صاحب کی خوب خدمت کی تھی مگر پطرو گراڈ میں وہ بھی سیّد صاحب سے نہ ملا۔ البتہ راقم الحروف کی کوشش سے چند ارکانِ سلطنت نے وہاں سیّد صاحب سے ملاقات کی تھی۔

اعتماد السلطنۃ سرکاری گھوڑا گاڑی میں سید صاحب کے ہاں پہنچا اور سید صاحب کی دست بوسی کی۔ تہران سے سیّد صاحب کے روانہ ہو جانے پر اس نے روزنامہ اطلاع، میں ان کے خلاف جو بیان چھپوایا تھا، اس کی معذرت چاہی۔ اعتماد السلطنۃ کو میرے سیّد صاحب کے محرمِ اسرار بننے پہ خوشی تھی اُس نے بحث و تمحیص شروع کی اور ناصر الدین شاہ کی سیاست پر مایوسی کا اظہار کیا۔ بات درست تھی۔ کیونکہ اعتماد السلطنۃ، حاج امین الدولہ اور حاج مخبر الدولہ کے ہوتے ہوئے میرزا علی اصغر خان کو وزیرِ اعظم نامزد کرنا شاہ کی خود پسندی کی دلیل تھی۔ نامزد وزیرِ اعظم کو رضائے خداوندی یا عوام کی خوشحالی سے کوئی غرض نہ تھی، اُسے صرف ناصر الدین شاہ کی خوشنودی پیشِ نظر تھی۔ تہران میں ایک مرتبہ یہ سیّد صاحب کو شاہی گھوڑا گاڑی میں شاہ عبد العظیم کی درگاہ تک لے گیا اور راستے میں انگریزوں اور روسیوں کے ساتھ شاہ کی پالیسیوں کا ذکر کرتے ہوئے رو پڑا اور بولا: "سیّد صاحب! مجھے بادشاہ کا قرب اس لیے حاصل ہے کہ میری اپنی کوئی رائے نہیں ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ بادشاہ کو قومی مفاد کی کوئی پروا نہیں ہے"۔

اعتماد السلطنتہ نے اس وقت سیّد صاحب سے کہا کہ بادشاہ پر کسی نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ وہ قوم کو خوابِ غفلت میں محو رکھنے ہی کو اپنی بڑی کامیابی سمجھتا ہے۔ قوم کی بیداری، اس کی پالیسیوں پر کڑی انتقاد کا موجب بنے گی اور بادشاہ اسے اپنے حق میں مضر جانتا ہے۔ وہ اپنے اعزّہ کو بھی باہر کے ممالک میں اعلیٰ تعلیم کی غرض سے نہیں بھیجتا۔ حاج امین الدولہ اُس سفر میں چاہتا تھا کہ حاج امین الملک کو انگلستان کے کسی ادارے میں حصول تربیت کی خاطر چھوڑ آئے مگر جیسا کہ حاج امین الدولہ نے خود مجھ سے پطرو گراڈ میں بتایا، شاہ نے اسے ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔

اعتماد السلطنتہ جب ملاقات کے بعد سیّد صاحب سے رخصت ہوا، تو آپ نے مجھ سے فرمایا: یہ شخص ایران کے نامی علما اور تاریخ دانوں میں سے ہے۔ دوسرے دن سیّد صاحب نے سرکاری مہمان خانے میں جا کر مخبر الدولہ سے ملاقات کی۔ مخبر الدولہ سے سیّد صاحب کی بڑی بے تکلفی تھی اور میں نے دیکھا کہ دونوں ہنسی مذاق کی باتیں کرتے ہیں مگر سیّد مرحوم کو مخبر الدولہ سے زیادہ حاج امین الدولہ پر اعتماد تھا۔ وہاں سے لوٹتے ہوئے سیّد صاحب نے مجھ سے فرمایا: اگر مخبر الدولہ اور امین الدولہ ایک دوسرے سے دوستی کر لیں تو وہ ایران کو موجودہ خلفشار سے نجات دلا سکتے ہیں۔ ناصر الدین شاہ تین دن کے قیام کے بعد پطرو گراڈ سے پیرس روانہ ہو گیا۔ مگر شاہ اور اس کے بعض ارکانِ سلطنت کے رویے سے سیّد صاحب کو بڑا رنج ہوا۔ آپ شاہ سے ایک عبرت ناک انتقام لینے کے آرزومند تھے۔ اس انتقام کو دنیا نے دیکھ لیا۔ مگر یہاں میں بعض ان واقعات کی طرف اشارہ کر دوں جو شاہ کے اس دورہ سے قبل ایران میں رونما ہوئے اور حکومتِ روسیہ کو ان کی چنداں خبر نہ تھی۔

شاہ کے ایران سے روانہ ہونے سے کوئی ایک سال قبل حکومتِ برطانیہ نے ڈرمین ولف نامی ایک معروف سیاست دان کو ایران میں خصوصی سفیر کے طور پر بھیجا تھا۔ اس سفیر کی آمد پر روسی حکومت کا ماتھا ٹھنکا تھا مگر اس کے جانے کے بعد حکومتِ ایران نے ایک اعلامیہ میں دریائے کارون میں ہمسایہ ممالک کو کشتی رانی کا حق دینے کا اعلان کیا اور بس۔ سیّد جمال الدین نے انگریزوں کی ریشہ دوانیوں کو بھانپ لیا تھا۔ آپ نے ایک جرمن اخبار نویس کو بتایا کہ ایران کی اس اجازت میں انگلستان کا فائدہ اور روس کا نقصان ہے۔ اخبار نویس نے اس بات کو سیّد صاحب کی توضیح کے ساتھ چھاپ دیا۔ پھر یہ بات دوسرے روز ناموں میں ترجمہ ہو کر چھپ گئی۔ اس پر روس میں ناصر الدین شاہ کے خلاف مظاہرے ہوئے تھے۔ شاہ نے ان حالات میں سیّد صاحب کے

قیامِ روس کو اپنے مفادات کے خلاف جانا اور جیسا کہ عرض کیا گیا۔ اعتماد السلطنۃ کے ذریعے انھیں ایران آنے کی دعوت دی تھی۔ ان کے پاس سرمایہ نہ تھا۔ ایک دوست کی مدد سے آپ تفلیس پہنچے، وہاں مجھ سے ملے اور اصفہان کے راستے تہران آئے تھے۔ افسوس کہ بادشاہ نے ان کی حق گوئی کی داد نہ دی بلکہ انھیں نہایت بے عزتی سے ایران سے نکلوا دیا۔

سید جمال الدین کوتاہ قد، سیاہ چشم اور متناسب اعضا والے تھے ..... ان کی آنکھوں میں بے حد کشش اور گفتار میں بے حد شیرینی تھی۔ میں نے چار چار گھنٹے مسلسل ان کی باتیں سنیں اور کبھی تکان محسوس کی نہ میری دلچسپی کم ہوئی۔ بات سمجھانا کوئی ان سے سیکھتا۔ وہ مسلمانانِ عالم سے بے حد محبت رکھتے تھے۔ ایران، ترکی، مصر اور ہند وغیرہ میں ان کے مخالف بھی تھے مگر انھیں اس کی پروا نہ تھی ..... مسلمانوں کے مستقبل سے وہ ناامید نہ تھے .....

فقہی مسلک میں وہ آزاد خیال تھے۔ فرماتے تھے: مسلمان ہوں۔ ایک سُنّی فاضل نے سید صاحب سے باصرار پوچھا کہ وہ کس مسلک کے پیرو ہیں مگر آپ کا جواب وہی تھا کہ "مسلمان ہوں"۔ مزاح کے طور پر فرمایا: میں کسی کے طریقے کی پیروی کیوں کروں؟ کیا کوئی صاحبِ مسلک مجھ سے بڑا ہے؟ مستفسر کے بار بار کے اصرار کے بعد فرمایا: ..... اہلِ سنت والجماعت کے چاروں فقہی مذاہب میں میں بعض امور میں بعض کا پیرو ہوں۔ جس کی جو بات مناسب ترین ہو اس کی پیروی کرتا ہوں"

..... سید جمال الدین افغانی عاشقِ رسولؐ تھے اور نبی اکرمؐ کے ذکر کے موقع پر ان کی ایک خاص کیفیت ہوتی تھی۔ وہ اکثر مسلمانوں کے بارے میں سوچتے رہتے۔ ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا: "مستبد بادشاہ اور علمائے سوء مسلمانوں کے زوال کا بڑا سبب ہیں۔ بادشاہ جمود و رکود کا موجب ہیں جبکہ نام نہاد علما افتراق و پراگندگی کا ....." جمال الدین قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق مسلمانوں کے عالمگیر اتحاد (پین اسلامزم) کے حامی تھے! اور اس کام میں وہ علما اور پڑھے لکھے افراد سے کام لینا چاہتے تھے۔ وہ نفاق، دورُوئی اور ظاہرداری کے خلاف تھے۔ فروعی اختلافات سے انھیں سخت چِڑ تھی ..... وہ عمل اور مسلسل عمل کے مبلغ تھے۔ پطرزگراڈ میں دو سال تک ان کے ساتھ جو میرے روابط رہے، یہ ان کی ایک مختصر روئداد ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ .....